قصیدہ در مدح
سید الساجدین حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام

امتیاز الشعراء سید محمد جعفر قدسیؔ جائسی

ڈوبی ہوئی نبضوں سے بیمار محبت کی
حد کون ملاتا ہے طول شب فرقت کی

خود داری جلوہ سے للہ کوئی پوچھے
حسرت بھی کوئی نکلی مشتاقِ زیارت کی

ہمت دل شیدا کی گھٹتی چلی جاتی ہے
بڑھتی چلی جاتی ہیں گھڑیاں شبِ حسرت کی

سن سن کے مرے نالے، دل والوں کے دل تڑپے
پھر درد نے اٹھ اٹھ کے پہلو میں قیامت کی

سرگشتۂ ہجراں کا سر اور درِ جانانہ
تقدیر کہو جاگی سوتی ہوئی قسمت کی

سینہ میں دل اور دل میں ضو پاش ہے داغ عشق
پھیلی ہے زمانے میں تنویر محبت کی

دو پھول چڑھانے بھی اک روز نہ تم آئے
برباد ہوئی کیسی مٹی مری تربت کی

تم بھی تو کبھی دیکھو منظر مری تربت کا
نکلے تو کسی صورت حسرت مری حسرت کی

محشر ہے تو ہونے دو واللہ نہیں ڈرتا
کہدوں گا خدا سے بھی ہاں میں نے محبت کی

دشوار سنبھلنا ہے بیمارِ محبت کا
بیچینیاں کیا کہئے طولِ شب فرقت کی

بالیں پہ ترس کھا کر آخر وہ چلے آئے
صد شکر کہ بر آئی آج آرزو مدت کی

ہر ذرّہ مرے دل کا اک مہر درخشاں ہے
اللہ ری ضیاباری خورشید امامت کی

منظور خدا یوسف کنعان محمدؐ کا
سر تا بقدم گویا تصویر نبوت کی

یہ قولِ خداوندی یہ کلمۂ ربانی
تصویر وجاہت کی تفسیر کرامت کی

ذی جاہ و علی تمکیں حق منظر و حق آئیں
زیب چمن یٰسیں نکہت گل وحدت کی

یہ ماہِ جلالت ہے یہ شمسِ ہدایت ہے
یہ مہر صداقت ہے فرمان رسالتؐ کی

لخت جگر حیدرؑ آرام دل شبرؑ
کونین کا سر دفتر معیار شرافت کی

یہ آیۂ عصمت ہے یہ مصحف عزت ہے
یہ نور کی صورت ہے یہ شان ہے رحمت کی

گنجینۂ بخشش ہے آئینۂ حکمت ہے
سر چشمۂ احساں ہے تصویر ہے رحمت کی

محمود بھی حامد بھی منصور بھی ناصر بھی
اس سے نہ مڑیں نظریں اربابِ بصیرت کی

عقبیٰ میں جناں اس کی اور حور و قصور اس کے
جس بندے نے دنیا میں مولا سے محبت کی

دامن میں لئے آئی توحید ضیا موتی
جو لہر کبھی اٹھی دریائے رسالت کی

یا رب تری رحمت نے فرما دیا مستغنی
دولت مجھے کافی ہے عرفان حقیقت کی

دل یاد الٰہی میں سر سجدۂ طاعت میں
تا عرش ہیں تنویریں خورشید امامت کی

عباد کی یہ زینت زہاد کا یہ مولا
یہ روح عبادت کی یہ جان ریاضت کی

پھر کیوں نہ دو عالم کی معمور فضائیں ہوں
قدرت ہی جو شیدا ہو گلبانگ امامت کی

جاتے ہوئے جنت میں روکا تو گیا تھا میں
لیکن مرے مولا نے بروقت شفاعت کی

ہے نام علیؑ اس کا رتبہ ہے جلی اس کا
پائی نہ کسی نے بھی حد عزت و رفعت کی

ماں اس شہ والا کی ایران کی شہزادی
باپ اس کا بضاعت ہے خاتونِ قیامت کی

سجاد لقب اس کا سجدوں کا فروغ اس سے
دی اس نے دو عالم کو تعلیم عبادت کی

اب مدحت حاضر میں مطلع پڑھو اے قدسیؔ
دکھلا دو روانی کچھ دریائے طبیعت کی

رونق ترے جلووں سے محراب عبادت کی
زینت ترے قدموں سے سجادۂ طاعت کی

سکّہ تری عصمت کا قرآں نے بٹھایا ہے
تطہیر کی آیت ہے تفسیر کرامت کی

کیوں چشم تامّل سے دیکھوں نہ ترا جلوہ
روشن ہے مرے دل میں قندیل حقیقت کی

جس نے بھی تجھے دیکھا دم بھرنے لگا تیرا
اللہ ری دل آویزی صنعِ یدِ قدرت کی

عاصی کو بھی ہاتھ آئی ہمسائگیٔ رحمت
کیا خوب ہدایت کی سر منزل جنت کی

لذّت کش یادِ حق واللہ تھی ہر ساعت
روزوں میں گذارے دن راتوں کو عبادت کی

محتاج تھی اک دنیا اس وقت شفاعت کی
عقبیٰ میں جزا پائی ہم نے تری الفت کی

جلوہ تری زلفوں کا جب نور فشاں ہوگا
الجھے گی کرن کب تک خورشید قیامت کی

مرنا تری الفت میں در اصل شہادت ہے
یہ راہ جو طے ہو تو پھر سیر ہے جنت کی

پہچانی ہوئی منزل آگاہ مسافر بھی
بھولے نہ ملک راہیں تیرے درِ دولت کی

حوروں کا نہ سودا ہے خواہش ہے نہ جنت کی
بس دل میں تمنا ہے تیری ہی زیارت کی

عقبیٰ کا سفر ہے اور ہے بے سر و سامانی
یا شاہ ضرورت ہے اب لطف و عنایت کی

تو سبط پیمبرؐ کو چالیس برس رویا
پھر بھی نہ ہوئی کچھ کم بے چینی طبیعت کی

محکوم بشر تیرے ممنون ملک تیرے
کیا رنگ جلالت ہے کیا شان ہے عظمت کی

کونین کا تو حامی اور مضطر و نالاں میں
نوبت نہیں آتی ہے کیوں میری حمایت کی

احمدؐ کے تصدق میں محمود کے صدقے میں
قدسیؔ پہ نظر ہو جلد اب لطف و عنایت کی